بے جالاڈ پیار بچوں کے لئے نقصان دہ!

کہتے ہیں کہ بچے تو سبھی کو عزیز ہوتے ہیں۔ ماں باپ اپنے بچوں کی ہر خواہش پوری کرتے ہیں۔ جبکہ کچھ فرمائشیں ایسی ہوتی ہیں جن کا پورا نہ کیا جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ ضرورت اور خواہش میں فرق ہوتا ہے۔ ضرورت پوری ہونا لازمی ہے جبکہ خواہش کے بِنا گزارا ہوسکتا ہے۔ بچوں کے بے جا ناز نخرے اُٹھانے سے بھی بچوں میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک شخص برنارڈ سموئیل تھا جو انتہائی امیر تھا۔ مگر اس کی اولاد نہیں تھی۔ بہت ہی منتوں کے بعد آخر اسکے ہاں ایک بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ اُس امیر شخص کے خاندان میں یہ پہلا بیٹا تھا، باقی سبھی بیٹیاں ہی تھیں۔

بیٹے کا نام موسیٰ رکھا گیا، بچپن سے اس کے ناز اٹھائے گئے، وہ جو فرمائش کرتا، فوراً پوری کی جاتی۔ اُس بچے کو غصے بہت آتا تھا، جسے چاہتا مارتا پیٹتا، کسی کی کیا مجال ہوتی کہ چوں بھی کرے۔ موسیٰ تھوڑا بڑا ہوا، تو ایک اُستاد پڑھانے کے لئے گھر آتے لیکن موسیٰ پر کنٹرول کون کرتا۔ وہ کبھی ایک جگہ بیٹھتا ہی نہیں تھا۔ اُستاد اتنے لاڈ سے پڑھاتے اور اتنے نرم انداز میں کہتے، بیٹا تھوڑا سا پڑھ لو، مگر موسیٰ کے کانوں پر جوں تک نہ رینگتی۔

ایک مہینہ اسی طرح گزر گیا تنخواہ لیتے وقت ماسٹر صاحب نے بڑی ہمت کر کے برنارڈ سموئیل سے کہا:

جناب ابھی تک موسیٰ قابو میں نہیں آرہے، سمجھ میں نہیں آرہا، کیا کروں؟

سموئیل صاحب نے استاد کی بات کو اہمیت نہ دیتے ہوئے زور سے قہقہہ مارا اور کہا:

ماسٹر صاحب آپ گیدڑوں کو پڑھاتے آئے ہیں، میرے شیر کو قابو میں کریں تو آپ کی صلاحیتوں کا پتہ چلے۔

ماسٹر صاحب پریشان ہو کر واپس چلے گئے۔ کچھ عرصے بعد موسیٰ کو شہر کے بہترین اسکول میں داخل کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن وہاں بھی بات نہ بن سکی۔

باپ نے بیٹے کی کبھی کوئی خواہش رد نہ کی اور ماں سمجھتی تھی کہ یہ تو میرا شہزادہ ہے۔ یہ تو کبھی کوئی غلط کام کر ہی سکتا۔ ان کا خیال تھا کہ وقت ہمیشہ ایک سا رہے گا اور اسی طرح عیش و عشرت کرتے ہوئے ساری زندگی گزر جائے گی۔ کچھ سالوں بعد ایسا ہوا کہ سموئیل صاحب کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ چل بسے۔ جائیداد کے سارے معاملات چچا، تایا دیکھنے لگے۔ موسیٰ اور اُس کی ماں کو ہر مہینے بس تھوڑی سی رقم ملتی۔ موسیٰ جیسے لاڈلے اور کھلے ہاتھ خرچ کرنے والے کے لیے وہ پیسے کافی نہیں تھے۔

اب ماں کو بھی کچھ احساس ہوا کہ تربیت میں کمی رہ گئی ہے لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئی کھیت۔ بیٹا تو کوئی بات سنتا ہی نہیں۔ روز ایک نیا جھگڑا، ایک نئی مصیبت کھڑی ہوتی، جو بچہ بچپن سے ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتا تھا، وہ جوانی میں کسی کی بات کیوں سنتا۔ یہ ایک ایسے بچے کی کہانی ہے، جو اپنے والدین کے لاڈ پیار سے غیر ذمہ دارانہ رویے کا مالک بن چکا تھا۔ وہ بچہ بہت ذہین تھا، اس کے ماسٹر نے اس کی ماں کو ایک مرتبہ بتایا تھا کہ وہ اچھے موڈ میں ہوتا ہے، تو منٹوں میں سبق یاد کر لیتا ہے۔ اسے یہ سکھانے کی ضرورت ہے کہ کیا کرنا

چاہیے اور کیسے کرنا چاہیے۔ وہ شاید اس لیے غصے میں رہتا ہے کہ وہ کسی کو اپنے سے برتر نہیں سمجھتا تھا۔ ماسٹر کی یہ بات کافی حد تک صحیح تھی، بے انتہا لاڈ پیار میں پالے جانے والے بچے عام طور پر بگڑے ہوتے ہیں۔ اور موسیٰ بھی ایک ایسا ہی شخص بن چکا تھا اور اب سدھار ممکن نہیں تھا۔ بچوں کی بے جا خواہشات بھی پوری کی جا سکتی ہیں لیکن حد قائم کرنا ضروری ہے۔ روک ٹوک کی ضرورت ہر وقت رہتی ہے۔ والدین جس طرح چاہیں بچوں کو موڑ سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں سماجی ماہرین دو نظریات رکھتے ہیں۔

ایک نظریہ یہ ہے کہ بچے کا ذہن ایک صاف سلیٹ کی طرح ہوتا ہے۔ والدین اور ماحول اس پر جو چاہیں عبارت تحریر کر دیں۔ دوسرا نظریہ ہے کہ بچے کے ذہن پر کچھ چیزیں وراثت کے طور پر موجود ہوتی ہیں، لیکن ان دونوں نظریات کے باوجود یہ بات پھر بھی اہم ہے کہ معاشرہ بچے کی پرورش میں بہت نمایاں کردار ادا کرتا ہے اور ماں باپ معاشرے کا اہم جز و ہوتے ہیں۔

بچوں کی پرورش کے سلسلے میں والدین کے امیر و غریب ہونے سے بہت زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ بعض غریب والدین بھی اپنی ضرورتیں چھوڑ کر اپنے بچوں کی خواہشات اور اکثر غیر ضروری خواہشات پوری کر دیتے ہیں۔ بعض والدین بچوں کو بڑے ہونے تک اپنی صحیح معاشی صورتحال نہیں بتاتے، حالانکہ وقت کا تقاضہ ہے کہ بچوں میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے کے لیے انہیں اپنے والدین کی معاشی صورتحال کا علم ہونا چاہیے۔ البتہ اس معاملے میں غریب والدین کو بچوں کو اعتماد میں لینے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ ننھے بچے کو ہر بات بتائی جائے، لیکن یہ ضروری ہے کہ بچوں کو اپنی حد کا اندازہ ضرور ہو۔ تا کہ بچے اس کے عادی بن جائیں۔ بچوں کی پرورش میں چند پہلو بہت اہم ہیں، مثلاً صلہ یا سزا یعنی اچھا کام کریں، تو اس کا صلہ ضرور ملنا چاہیے۔ صلہ ہی آگے چل کر اچھی باتیں اور اچھے کاموں کا حوصلہ دیتا ہے۔ اسی طرح غلطی کی سزا بھی ضروری ہے۔ اگر سزا نہ ملے، تو اکثر غلطی کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ شرم دلانا بھی ایک طرح کی سزا ہی کہی جا سکتی ہے۔ بہت سے ماہرین کا خیال ہے کہ شرم دلانا، یا مذاق اڑانا قبائلی معاشروں کا رواج ہے۔ محبت کا معاملہ تو یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد سے غیر مشروط محبت کرتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی بہت ضروری ہے کہ اولاد کو کنٹرول کیا جائے۔ سختی اگر بچے میں ضد، اعتماد کی کمی اور ایسے ہی بہت سے مسائل پیدا کر سکتی ہے، تو ضرورت سے زیادہ صلہ اور پیار بھی بچے کی تخلیقی صلاحیتوں پر برا اثر ڈال سکتا ہے۔ سب کے سامنے ڈانٹ دینا، شرمندہ کرنا، بچوں کے لیے بے عزتی کا باعث ہوتا ہے، لہٰذا بچپن میں پیش آنے والے اس قسم کے سارے واقعات بچوں کو آئندہ زندگی میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ بچوں کے ابتدائی سال ہر لحاظ سے بہت اہم ہیں۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ بچوں کی عادت واطوار اس عرصے میں بنیاد پکڑ لیتے ہیں۔

ماں باپ اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ بہت زیادہ لاڈ پیار بچے کی تخلیقی اور ذہنی صلاحیتوں کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہر معاملہ میں میانہ روی زندگی میں بہتری پیدا کرتی ہے۔ اگر وقت پر بچوں کو کنٹرول کر لیا جائے تو بہتر ہوتا ہے ورنہ ساری زندگی والدین کے پاس صرف پچھتاوا رہ جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بچوں کا بھی مستقبل برباد ہو جاتا ہے جس طرح بیان کردہ کہانی میں موسیٰ کے ساتھ ہوا۔ اس لئے والدین کو چاہیے کہ بچوں کی بے جا فرمائش اور خواہش پوری نہ کریں بلکہ میانہ روی سکھائیں۔